عدل وانصاف کے تناظر میں

حکمران اور قاضی۔۔۔ اسلام کی نظر میں

ڈاکٹر محمد عارف شہزاد۔ چیئرمین سلفیہ اکیڈمی فیصل آباد

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اسلام ایک پر امن اور فکری دین ہے جس نے نسل انسانی کو سابقہ تمام نظام ہائے مروجہ سے ہٹا کر اپنی جانب مبذول کیا۔ ساری دنیا اس وقت اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر چکی ہے مگر اس حقیقت کو تسلیم کیے جانے کے باوجود اپنوں نے اسلام کی روشن، تابندہ، درخشندہ پر کشش اور حسین روایات کو پس پشت ڈال دیا اور مغرب کی نقالی میں دور ہی دور چلتے چلے جا رہے ہیں۔ آج مغربی معاشرہ میں اخلاقی گراوٹ اور عائلی نظام کی تباہ کاری کی وجہ سے مغرب کے دانشور اور مفکر نہایت ہی متفکر ہیں اور ساتھ ہی اسلام کے مبنی بر حق موقف کو نا صرف پسند کرتے ہیں بلکہ انھیں اصولوں کو بغیر اسلام کا نام لئے اپنی تحقیق قرار دے کر داد تحسین بھی وصول کرتے ہیں۔

مگر افسوس آج اسلام کے حقیقی موقف کو دنیا بھر میں منوانے کے لئے کوئی بھی حکمران آگے نہیں بڑھ رہا۔ کیونکہ یہ حکمران بذات خود اسلام سے نا آشنا، نابلد ہیں بلکہ اسلام کے حوالے سے گفتگو کرنا۔ خود اس پر عمل پیرا ہونا خلاف تہذیب خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں کوئی بھی حکمران حقیقی معنوں میں اسلام کا شیدا اور اصول وضوابط سے قطعی واقف نہیں؟

جب حکمران وقت مال و دولت اور آسائشیں حاصل کرنے کے غلط ذرائع اختیار کرتا ہے۔ رشوت و خیانت کا ارتکاب کرتا ہے تو وزیر و مشیر، گورنر و عمال اور عام شہری بھی بد دیانتی، بلیک میلنگ، رشوت خوری سے پیچھے نہیں رہتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکمرانی کے عہد جلیل میں ایسی بگڑی ہوئی نسل انسانی کو صراط مستقیم سے روشناس کرایا جن کا ماضی ہمیشہ بے مقصد خانی جنگی میں بسر ہوا جن کا کام بچیوں کو زندہ درگور کرنا، زنا کرنا، چوریاں کرنا، ڈاکے ڈالنا، قتل و غارت گری کا بازار گرم رکھنا، جیسے دیگر ایسے افعال قبیحہ وشنیعہ تھے جن کا تذکرہ کرنا باعث ندامت وشرم ہے۔

وہی لوگ آقاء کائنات علیہ السلام کی قیادت و سیادت میں دستوں کے محافظ اور اموال کے رکھوالے بن گئے۔ بلکہ بہو، بیٹیوں کی عزت و عفت کے نگہبان ٹھہرے، پھر وہی احباب واصحابؓ وفات نبویؐ کے بعد جلیل القدر انصاف پرور حکمران اور عوام الناس کے لئے رحمت کے فرشتے ثابت ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ عادل بادشاہ (حکمران) زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔ انصاف پسند حاکم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ ساٹھ عبادت گزار صدیقین کے ثواب کا مستحق ہے۔ (منتخب کنز العمال ج ۲، السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ)

اسلامی ریاست کے حکمران کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اپنے دور اقتدار میں لوگوں کو انصاف دے۔ فلاح و بہبود کے امور جاری کرے اور پرامن معاشرہ کی تشکیل میں بھرپور جدوجہد کرے اور اسلام کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالے جس کا تقاضا اسلام ہم سے کرتا ہے یعنی اسلامی حکمران کی ساری زندگی خدمت خلق کرتے اور اسلام کی خدمت کرتے گزر جائے۔ کیونکہ حکمران ہونے کا اسلامی تصور محلات میں جاہ و حشمت اختیار کرنا اور عوام الناس پر ظلم وستم روا رکھنا اور جھوٹی جلالت قائم کرنا نہیں بلکہ خدمت ہے صرف خدمت۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمران کی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ:

سید القوم خادمھم۔

ترجمہ:- قوم کا سردار قوم کا خادم ہے۔

لہٰذا قوم کا سردار یعنی حکمران خوفِ خدا رکھنے والا ہوں۔ ظلم و ستم سے ناآشنا ہو۔ بلکہ نہایت ہی دیانت دار انصاف پرور اور بیت المال کا محافظ ہو۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

ترجمہ:- حکام اور عوام تمام کام صحیح طور پر کماحقہ' اسی وقت ادا کرتے ہیں۔ جب امیر وقت خدا کے کاموں کو درست انداز میں ادا کرتا رہے لیکن جب قوم کا امیر چرنے چگنے لگتا ہے تو پوری قوم چرنے چگنے لگتی ہے۔ مراد یہ کہ جب امیر وقت دولت و آسائشوں حاصل کرنے کے غلط ذرائع اختیار کرتا ہے' رشوت و خیانت کو دخل دیتا ہے' تو حکام' عمال اور شہری عوام میں' بددیانتی' بلیک میلنگ' رشوت خوری' خیانت پسندی اور اسی نوع کی تمام برائیاں فروغ پاتی ہیں۔ (کتاب الاموال ص ۵)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا:

"اگر بادشاہ صرف انڈہ بطور ظلم حاصل کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے لشکری ہزاروں مرغ ظلماً حاصل کرلیں گے۔"

اس لئے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ بادشاہ مثل بازار کے ہے۔ جس مال کی قدر ہوتی ہے وہی مال بازار میں آتا ہے۔ اسی طرح بادشاہ جس صفت (مثلاً امانت و دیانت' عدل و انصاف) کی قدر کرے گا تو رعایا میں بھی وہی چیز عام ہوگی۔ (السیاسۃ' شرعیہ صف ۱۴)

ایک بار حضرت عمرؓ بیمار ہوگئے۔ طبیب نے شہد تجویز کیا۔ مگر گھر میں موجود نہ تھا اور بیت المال میں شہد موجود تھا۔ آپؓ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ مجھے شہد کی ضرورت بیماری کی وجہ سے پڑی ہے اگر آپ اجازت دیں تو بیت المال سے لے کر استعمال کرلوں۔ ورنہ وہ مجھ پر حرام ہے۔

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد خلفاء راشدین نے حکمرانی کے اسلامی تقاضوں اور اصولوں کی صحیح معنوں میں پاسداری کی۔ خوف خدا کی حالت یہ تھی کہ مرتے ہوئے بھی اپنی اشیاء گنواتے ہیں کہ ان کو فلاں کے پاس فلاں کو بیت المال میں دے دیتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتنا خوفِ خدا رکھنے والے انصاف پرور اور رحم دل تھے کہ بیت المال سے جو وظیفہ اپنی ذات کے لئے پاتے۔ مرض الموت میں اپنی لخت جگر نورِ نظر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمارہے ہیں کہ میرے پاس مسلمانوں کے بیت المال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹوں کے سوا کچھ نہیں میرے مرنے کے بعد یہ چیزیں عمرؓ کے پاس بھیج دینا اور دیکھنا کوئی اور چیز بھی نکل آئے تو اس کو بھی عمرؓ کے پاس بھیج دینا' گھر کا جائزہ لیا گیا تو کوئی اور چیز آپ کے گھر سے برآمد نہ ہوسکی۔ (الامامۃ والسیاسۃ جلد ا' طبقات ابن سعد جلد ۳)

فتوحات عراق میں ایک قیمتی چادر ملی۔ حضرت خالد بن ولید نے اہل لشکر کے مشورہ سے اس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تحفہ بھیجا اور لکھا اسے آپ لے لیجئے آپ کے لئے روانہ کیا جارہا ہے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اس چادر کو لینا گوارہ نہ کیا اور نہ اپنے رشتہ داروں کو دیا بلکہ اہل شوریٰ سے مشورہ کر کے اسے حضرت حسینؓ کو مرحمت فرمادیا۔ (فتوح البلدان)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسی کردار کو اگر فی زمانہ مدنظر رکھا جائے تو حکمرانی کا تصور اسلامی نقطہ نگاہ میں عزت و وقار پاتا ہے۔ مگر آج کل حکمران تو ہر چیز کو شیر مادر کی طرح ہڑپ کر رہے ہیں اور جب مر جاتے ہیں تو کئی کئی بنگلوں' کوٹھیوں' زمینوں اور بنک بیلنسوں کے جھگڑوں میں اولاد قتل و غارت گری سے بھی گریز نہیں کرتیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ سے مزید صراحت یہ بھی کردی تھی کہ ہم نے بیت المال سے غلہ لے کر کھایا اور موٹا جھوٹا کپڑا پہنا۔ اب میرے پاس بیت

اگر بادشاہ صرف ایک انڈا بطور ظلم حاصل کرتا ہے تو سمجھ رعایا ہزاروں مرغ ہڑپ کرے گی۔ (شیخ سعدیؒ)

المال کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ یہ غلام، یہ اونٹ بیت المال بھیج دینا اور ہاں یہ چادر بھی واپس کر دینا جو میرے استعمال میں ہے۔ (سیرت عمر بن خطاب لابن الجوزی)

ایسے بہت سے واقعات ہیں جو حضرت ابو بکرؓ کے عہد سعید کی امانت و دیانت کی یاد دلاتے اور ہمیں درس عبرت دیتے ہیں۔

ایک بار حضرت عمرؓ بیمار ہوگئے طبیب نے شہد تجویز کیا مشورہ دیا کہ اس کو استعمال کیا جائے۔ خلیفہ کے گھر میں اتنی رقم نہ تھی کہ بغیر ضرورت شہد خرید کر محفوظ رکھتے بیت المال میں شہد کا کپ بھر اپڑا تھا۔ مگر بلا اجازت استعمال کی جرات کہاں تھی۔ خدا کا خوف تھا۔ چنانچہ باہر تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یہ بات پیش آئی ہے۔ اگر آپ حضرات اجازت دیں تو میں بیت المال کے شہد سے تھوڑا سا لے کر استعمال کروں۔ ورنہ بلا اجازت وہ مجھ پر حرام ہے لوگوں نے یک زبان اجازت دے دی۔ **(طبقات ابن سعد جلد3)**

آج حالت یہ ہے کہ سر میں درد ہو۔ پیٹ میں مروڑ ہو تو تب بھی خزانے سے لاکھوں روپے نکلوا کر علاج کی غرض سے مہنگے ترین ملکوں کو کوچ کرتے ہیں اور یوں خزانے کو نقصان پہنچانا اور ذاتی اغراض سے استعمال کیے جانے کو اپنا ذاتی حق تصور کرتے ہیں بلکہ اس بارہ میں ذرا برابر بھی شرم و حیا کو اختیار نہیں کرتے۔

اگر کوئی چھوٹا لٹیرا حکمران بن بیٹھے تو پھر فیکٹریاں کارخانے کاروبار سب قومی خزانے سے کرتے ہیں بلکہ اس ذاتی جاہ و حشمت

کی خاطر ہر جائز و ناجائز حربہ اختیار کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی دیانت و امانت پر اس پہلو سے بھی غور کریں کہ وہ معمولی کپڑے کے دو جوڑے عام مسلمانوں کی طرح بیت المال سے لیتے تھے۔ جب پھٹ جاتے تھے۔ تو اس پر پیوند لگاتے چلے جاتے۔ خطبہ جمعہ ہو یا فتح شام کا سفر ہو۔ ہمیشہ ایسے ہی بارہ چودہ پیوند والے کپڑوں میں دیکھے گئے حضرت انس و عثمانؓ کی روایت ہے کہ وہ بحالت خلافت جمعہ کے دن بھی منبر پر جن کپڑوں میں دیکھے ان میں کبھی بارہ کبھی چودہ پیوند شمار کئے گئے (سیرت حضرت عمرؓ۔ تاریخ الخلفاء۔ تہذیب الاسماء جلد2)

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے اپنا کچھ سرمایہ تجارتی قافلہ میں شام کی طرف بھیجنا چاہا تو چار ہزار درہم بطور قرض حضرت عبدالرحمان بن عوف سے طلب فرمایا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے قاصد کو جواب دیا۔ حضرت عمرؓ سے کہہ دو کہ بیت المال سے قرض لے لیں۔ جب یہ پیغام حضرت عمرؓ کو پہنچا تو انہیں یہ بات ناگوار گزری۔ ایک دن حضرت عمرؓ کی ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا بیت المال سے میں نے قرض اس لئے نہیں لیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قرض ادا کرنے سے پہلے مر جاؤں اور میرے امیر المومنین ہونے کی رعایت میں لوگ مجھ سے مطالبہ نہ کریں۔ تو یہ امانت میرے ذمہ باقی رہ جائے اور قیامت کے دن میری گرفت ہو۔ اس لئے تم سے طلب کیا تھا۔ اگر میں مر گیا تو تم میرے ورثاء سے مطالبہ کر کے وصول کرو گے اور میرا معاملہ صاف ہو جائے گا۔ (منتخب کنزل العمال جلد ۵)

ایک بار سخت گرمی کے زمانہ میں بیت المال کے دو اونٹ بھاگ نکلے۔ حضرت عمرؓ بہ نفس نفیس ان کی تلاش میں نکلے۔ حضرت عثمانؓ مقام عالیہ میں اپنے مکان میں تھے دور سے دیکھا کہ ایک آدمی سخت گرمی کی چلچلاتی دھوپ میں دوڑتا ہوا آیا ہے دل میں کہنے لگے۔ کیا حرج ہوتا اگر یہ شخص مدینہ سے ٹھنڈے وقت میں نکلتا۔ قریب آنے پر حضرت عمرؓ کو پہچانا تو حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کو آواز دیکر بلایا کہ ایسی گرمی اور لو میں جب کہ دروازے سے قدم نکالنا مشکل ہے آپ کیوں نکل کھڑے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صدقات کے اونٹ بھاگ نکلے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کو چراگاہ میں پہنچا آؤں ایسا نہ ہو کہ وہ ضائع ہو جائیں تو خدا مجھ سے اس کی بابت سوال کرے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ آیئے ٹھنڈا پانی پیئے سائے میں آرام کیجئے میں سب انتظام اپنے غلاموں کے ذریعہ کرائے دیتا ہوں فرمایا کہ آپ کو یہ سایہ مبارک ہو۔ بیت المال کے املاک کی نگہداشت میرے ذمہ ہے۔ یہ کام میں خود

اسلام ایک پر امن اور فکری دین ہے۔ جس نے نسل انسانی کو سابقہ تمام نظام ہائے مروجہ سے ہٹا کر اپنی جانب مبذول کیا۔ ساری دنیا اس وقت اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر چکی ہے۔

کروں گا۔ حضرت عثمان نے یہ دیکھ کر فرمایا "من احب ان ینظر الی القوی الامین فلیظر الی هذا" یعنی جو شخص کسی قوی امین کو دیکھنا چاہے وہ حضرت عمرؓ کو دیکھ لے (تہذیب الاسماء جلد 2)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس ان کے خسر آئے کہ بیت المال سے انکی کچھ مدد وغیرہ کر دی جائے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ناراض ہو کر کہا، کیا بیت المال کسی کی شخصی ملکیت ہے کہ آدمی جسے چاہے اس میں صرف کرے خرچ کرے اور اعزہ واقرباء کو دے۔ یہ تو عام مسلمانوں کا حق ہے۔ اس میں کس کے ساتھ کوئی رعائت نہیں ہوسکتی۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے اپنے ذاتی مال سے دس ہزار درھم امداد دی۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی) ایسے افراد اب کہاں ہیں بلکہ ایسے صلحاء کا قحط ہے کہ ڈھونڈنے سے بھی ایسا نیک خو میسر نہیں ہے۔ وگرنہ عامۃ الناس کو چھوڑ کر اقرباء پروری کی روائیت بڑی پرانی ہے مگر خلفاء کا طرز حکومت بالکل اس کے برعکس ہے۔

اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ خلفاء راشدین کے نظام حکومت کو اپنایا جائے اس کے بغیر انسانی زندگی محض بے مقصد ہے۔ حضرت عمرؓ کے متعلق ہے کہ وہ دیانت وامانت میں یکتا تھے۔ ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیت المال میں جھاڑو دے رہے تھے اتفاقا ایک درہم پڑا ملا اس درہم کو ابو موسیٰ نے قریب سے گزرنے والے حضرت عمرؓ کے بیٹے کو دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے بچے کے ہاتھ میں درہم دیکھ کر پوچھا۔ یہ تمہیں کہاں سے ملا۔ بچے نے جواباً کہا۔ مجھے ابو موسیٰؓ نے دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے درہم لیا اور ابو موسیٰؓ کے پاس بیت المال میں آئے اور نہائت ہی غصے اور غضبناک ہو کر فرمایا۔ تم نے چاہا کہ امت محمدیہ کا ایک ایک فرد اس درہم کے معاملہ میں مجھ سے اپنا حق طلب کرے۔ یہ کہا اور درہم بیت المال میں رکھ دیا (منتخب کنزالعمال جلد 5 سیرت عمر ابن جوزی)

(جاری ہے)

بقیہ تبصرہ کتب

اگر عقیدے میں خرابی ہے تو پھر مسئلہ انتہائی خراب ہے۔ نبی علیہ السلام نے نبوت کے بعد 13 سال کا عرصہ مکہ مکرمہ میں اصلاح عقائد میں صرف کیا، اس سے معاملے کی نوعیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں لوگوں کے اندر بہت سی غیر اسلامی رسوم اور عقائد نے راہ پالی ہے۔ لوگ توحید و سنت کی بجائے شرک وبدعت کی پرخار راہوں پہ چل نکلے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں مصنف نے صحیح عقائد سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل گفتگو فرما کر مسائل کی وضاحت کی ہے۔ مصنف کا انداز بیاں ایسا ہے کہ پہلے انہوں نے ایک سوال قائم کیا ہے اور پھر اس مسئلے پر تفصیلی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ کتاب میں 200 عنوان ہیں، ان میں ایمان، اسلام، عبد کا معنی، عبادت کا مفہوم، قربت الٰہی کی علامات، ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالملائکہ، توحید، سنت، اتباع رسولؐ، توحید ربوبیت، توحید الوحیت، توحید اسماء صفات، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، پل صراط، جنت، جہنم، میدان حشر، میزان عدل، حوض کوثر وغیرہ پر تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ کتاب قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین اور آراستہ ہے، جبکہ اردو ترجمہ رواں دواں ہے۔

مولانا محمد سرور عاصم صاحب نے کتاب میں درج احادیث کی تخریج و تحقیق کا کام نہایت محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے۔ اس سے کتاب کی افادیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ کتاب کی کمپوزنگ، کاغذ، طباعت اور ٹائٹل سب بہت عمدہ ہے۔

ہر عام وخاص کیلئے یہ کتاب فائدہ بخش ہے۔ خود پڑھیئے، دوسروں کو پڑھائیے اور لائبریریوں میں سجائیے۔

فرمان نبویؐ

جس آدمی نے اذان سن کر یہ دعا کی:

اللهم رب هذه الدعوة التامة، والصلاة القائمة، آت محمدا الوسيلة والفضيلة، وابعثه مقاما محمودا الذى وعدته. (اے اللہ! اے اس کامل دعا و پکار اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمد ﷺ کو وسیلہ (مقام محمود) اور فضیلت عطا فرما اور اور مقام محمود پر جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے پہنچا دے۔) (کھڑا فرمادے)

تو اس کیلئے قیامت کے روز میری شفاعت حلال ہوگئی۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ)